چین کا بین الاقوامی کردار

معاشی و سیاسی تجزیہ

یونانی کمیونسٹ پارٹی

مترجم: شاداب مرتضی

چین کا بین الاقوامی کردار

الیسیوس ویگناس، ممبر مرکزی کمیٹی، یونانی کمیونسٹ پارٹی وانچارج
بین الاقوامی سیکشن

کمیونسٹ ریویو کے چھٹے شمارے میں 2010ء میں شائع ہوا

فہرست

1 معیشت میں چین کے بین الاقوامی مقام سے متعلق پیش رفتیں

2 چین کی فوجی طاقت میں اضافہ

3 بین الاقوامی تنظیموں میں اپنی موجودگی کو مستحکم کرنا

4 معاشی مقام کے اعتبار سے بین الاقوامی سامراجی نظام میں چین کے مقام اور کردار کا تخمینہ

5 سامراجیوں کے مدمقابل قوت کے طور پر چین کی تشہیر

6 موجودہ صورتحال

7 بین الاقوامی تنظیموں میں طاقت کا توازن بدلنے کے لیے روس، انڈیا اور برازیل کے ساتھ

تعاون

8 ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ چین کا اتحاد

9 عالمی منڈی کے لیے "کھل جانے" کی ناہم نہاد ناگزیریت

10 اختتامیہ

ایک نئی عالمی طاقت، چین، کے ابھارنے دنیا بھر کے عام مزدوروں اور تجزیہ کاروں میں بہت زیادہ دلچسپی پیدا کی ہے۔ یہ دلچسپی ان سیاسی لوگوں میں اورزیادہ شدت سے موجود ہے جو سمجھتے ہیں کہ سماجی انقلابوں کا دور جو اکتوبر 1917ء کے ساتھ روس میں شروع ہوا اور جو پوری دنیا میں انقلابوں اوراہم سماجی-سیاسی جدوجہدوں کے سلسلے کی جانب لے گیا، ان میں چینی انقلاب بھی شامل ہے۔ چین کی قوت میں ابھار سے متعلق دلچسپی متضاد ہے کیونکہ اس کی طاقت میں اضافہ سرخ جھنڈے اور چین میں چینی کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ ہو رہا ہے۔

تاہم، سوویت یونین میں ردانقلاب کے "اسباق" میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کو بھی سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی ہر بات بنا تحقیق کے نہیں مان لینا چاہیے تھی بلکہ ہر کمیونسٹ پارٹی کو، پرولتاری بین الاقوامیت کے اصول سے وفادار رہتے ہوئے، خود اپنے ذرائع سے بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کے تجربے اور پیش رفتوں کا مطالعہ کرنا چاہیے تھا اوران چیزوں کے بارے میں ، مارکسی-لیننی تھیوری کو اوزار کے طور پر استعمال کرتے ہوئے، خود اپنی رائے قائم کرنے کی لازمی کوشش کرنا چاہیے تھی۔ یونانی کمیونسٹ پارٹی بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک میں اس مقصد سے کہ اسے (بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کو) اور کمیونسٹوں کی حکمت عملی کو مضبوط کیا جائے، تنقید کا حق محفوظ رکھتی ہے۔ یونانی کمیونسٹ پارٹی کو مختلف رجحان رکھنے والی کمیونسٹ پارٹیوں سے دوطرفہ تعلقات کو برقرار رکھنے کے دوران مارکسزم-لیننزم کے اصولوں اور سوشلسٹ تعمیر کے قوانین سے انحراف کا سامنا ہوتا ہے۔

اس بنیاد پر، یہ چین کی کمیونسٹ پارٹی سے دوطرفہ تعلقات قائم رکھتے ہوئے پیش رفتوں کا منظم جائزہ لیتی ہے اور خود اپنے تخمینے لگاتی ہے جن کا اظہار یہ دونوں، عوام اور چینی کمیونسٹ پارٹی، کے سامنے کرتی

ہے۔ جیسا کہ خوب معلوم ہے، یونانی کمیونسٹ پارٹی نے اپنی سترہویں (17) کانگریس سے ہی چین میں سرمایہ دارانہ رشتوں کے فروغ کو نوٹ کیا ہے۔ تب سے اس رجحان کو مزید تقویت دی گئی ہے اور یہ مزید نمایاں ہو گیا ہے۔

1۔ معیشت میں چین کے بین الاقوامی مقام سے متعلق پیش رفتیں

چین کی اقتصادی طاقت میں اضافہ شبے سے بالاتر ہے۔ وسیع پیمانے پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ چین جاپان سے آگے نکل گیا ہے اور امریکہ کے بعد اب دنیا کی دوسری سب سے بڑی معیشت ہے (1) جبکہ 2010ء میں یہ جرمنی سے آگے نکل کر دنیا میں سب سے بڑا ایکسپورٹر بن گیا ہے۔ جنوری-اکتوبر 2009ء کے دوران چین نے 957 ارب ڈالر کی مصنوعات ایکسپورٹ کیں (2)۔ ایکسپورٹ اس کے ریاستی لین دین کا 80 فیصد حصہ ہے (3)۔ چین دنیا کے 182 ملکوں کو 50 ہزار مختلف قسموں کی مصنوعات ایکسپورٹ کرتا ہے جبکہ ان میں سے 80 ممالک نے اس کے ساتھ تجارتی معاہدے اور تعاون کے پروٹوکولوں پر دستخط کیے ہوئے ہیں۔ چین کے بنیادی تجارتی پارٹنر بڑے سرمایہ دار ملک (جاپان، امریکہ، یورپی یونین کے ممالک) ہیں جو اس کی خارجہ تجارتی لین دین کے 55 فیصد حصے پر مشتمل ہیں (4)۔

گزشتہ بیس (20) سالوں میں ہونے والی تبدیلیوں کی عکاسی اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ حالانکہ 1993ء میں چین تیل ایکسپورٹ کرتا تھا مگر آج وہ نہ صرف اسے امپورٹ کرنے پر مجبور ہے بلکہ 2009ء میں اس نے تیل کا جو ذخیرہ امپورٹ کیا اس کا موازنہ عالمی پیمانے پر امریکہ سے کیا جا سکتا ہے۔

چین نے 2010ء میں فی ملک سرمایہ داروں (130) کی فہرست میں (امریکہ کے بعد) دوسرا مقام حاصل کرلیا جن کی دولت ایک سال میں 222 فیصد بڑھ گئی ہے۔ یہ تخمینہ بھی لگایا جاتا ہے کہ چین کے ایک ہزار امیر ترین افراد نے ایک سال میں اپنی دولت میں 30 فیصد اضافہ کیا جو 439 ارب ڈالر سے بڑھ کر 571 ارب ڈالر ہو گئی (5)۔

ہم ان اعداد و شمار کا موازنہ ان دوسرے اعداد و شمار سے بھی کر سکتے ہیں جو اس مفلسی اور استحصال کو ظاہر کرتے ہیں جن کا تجربہ سینکڑوں لاکھوں مزدور جدید چین میں "خود کو امیر بناؤ" پالیسی کی وجہ سے کرتے ہیں، جس پر چینی کمیونسٹ پارٹی نے تیس (30) سالوں سے کھل کر عمل کیا ہے۔ ہم چینی کاروباری لوگوں کی تنظیم کے مندرجہ ذیل اعداد و شمار پیش کریں گے جنہیں چینی ٹی وی پر دکھایا گیا تھا: دنیا کی سب سے بڑی 500 اجارہ دار کمپنیوں میں سے 8.5 فیصد کمپنیاں (43) چینی ہیں۔ اس وقت امریکی اجارہ داریوں کا منافع چینی (اجارہ داریوں) کے مقابلے میں دوگنا ہے لیکن رجحان یہ ہے کہ چینی اجارہ دار کمپنیاں انفرادی طور پر زیادہ منافع بخش ہوں گی اور ان کی (سرمائے کے) اضعاف (Accumulation) کی رفتار امریکی کمپنیوں سے زیادہ تیز ہو گی (6)۔

سرکاری اعداد و شمار یہ بھی دکھاتے ہیں کہ 2004ء سے 2010ء کے عرصے میں چین میں پرائیوٹ کمپنیوں کی تعداد میں 81 فیصد اضافہ ہوا جبکہ آج چین میں پرائیوٹ کاروباروں کی تعداد 3596 ملین تک پہنچ گئی ہے (7)۔ سب سے بڑی 500 پرائیوٹ کارپوریشنوں کے منافع میں 2009ء میں 23.27 فیصد اضافہ ہوا (8)۔

بیک وقت ان (پرائیوٹ) کارپوریشنوں نے چینی ریاستی اجارہ داریوں کے مقابل کام کرتے ہوئے بین الاقوامی مقابلے بازی کو بڑھایا ہے۔ان میں سے 117 کمپنیاں بیرون ملک سرمایہ کاری کے 481 منصوبوں میں شراکت دار ہیں جہاں انہوں نے 225.27 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے(9)۔ مجموعی طور پر 2009ء میں چین کی براہ راست سرمایہ کاری عالمی سطح پر 56.53 ارب ڈالر (دنیا کا 5.1 فیصد) تھی جس سے چین عالمی سرمایہ کاروں کی فہرست میں پانچویں (5) نمبر پر آ گیا تھا(10)۔ چین کی معاشی طاقت کے ابھار نے بین الاقوامی بینکوں کے ایک پورے سلسلے کو جون 2010ء میں (جیسے کہ ایچ۔ایس۔بی۔سی بینک، ڈوئچے بینک، سٹی گروپ بینک) کاروباروں کو اپنے لین دین کے لیے ڈالر کے بجائے چینی یوآن استعمال کرنے کی جانب دھکیلا (11)۔

اسی دوران ستمبر 2010ء میں چین نے امریکی بانڈز کے اپنے حصول کو 3 ارب ڈالر مزید بڑھا کر 86.7 ارب ڈالر کر لیا اور جاپان سے آگے نکل کر سب سے زیادہ امریکی بانڈ رکھنے والا ملک بن گیا(12)۔اس کے علاوہ، اس نے پچاس (50) ارب ڈالر کے بانڈ خریدنے کے لیے آئی۔ایم۔ایف سے ایک معاہدہ کیا(13)۔

چین کی ایک اور قابل ذکر خاصیت یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ قدرتی وسائل کنٹرول کرنے کی خواہش رکھتا ہے جنہیں چینی کارپوریشنیں زیادہ سے زیادہ اپنے کنٹرول میں لے رہی ہیں۔ افریقہ اس سرگرمی کا مرکز ہے۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار خصوصا قابل ذکر ہیں:1990ء کی دہائی میں چین کی افریقہ سے مجموعی تجارت قریبا 5 سے 6 ارب ڈالر کی تھی جو 2003ء میں بڑھ کر 18 ارب ڈالر ہو گئی اور 2008ء میں 100 ارب ڈالر تک پہنچ گئی(14)۔ آج تقریبا تمام افریقی ملکوں میں چین کی قابل ذکر معاشی

موجودگی ہے۔زمبیا اور کانگو میں دنیا کا سب سے زیادہ تیزی سے نشوونما پانے والا چائنا ٹاؤن موجود ہے۔سوڈان چینی مارکیٹ کے لیے تیل سپلائی کرنے والا اہم ملک ہے:چین میں روزآنہ 6 لاکھ بیرل سوڈانی تیل بھیجا جاتا ہے۔چین کی امپورٹ کا تیسرا حصہ افریقہ سے آتا ہے جہاں انگولا، ایکواڈوریل گنی اور سوڈان وغیرہ اس کے سب سے بڑے سپلائیر ہیں۔اس کے علاوہ، چاڈ،نائجیریا، الجیریا اور گبون اسے تیل فراہم کرتے ہیں۔

افریقی ملکوں کے قدرتی وسائل تک رسائی کے بدلے میں چین وہاں زمینی راستے کے انفراسٹر کچر اور بندرگاہوں میں، قوت محنت کی پیداوارنو کے لیے ضروری انفرااسٹر کچر میں(اسکول کی عمارتیں، ہسپتال، رہائشی گھر)، اوراس کے ساتھ ساتھ ان ملکوں میں صنعتی انفرااسٹر کچر میں سرمایہ کاری کرتا ہے۔ چینی کمپنیاں انگولا اور موزمبیق میں روڈ بنانے کے ساتھ ساتھ بندرگاہوں اور ریلوے کو بہتر بنا رہی ہیں۔ چینی کمپنیاں ادیس ابابا، ایتھوپیا کے دارالحکومت، اور نیروبی، کینیا، میں بھی کئی منصوبوں میں شامل ہیں۔

خام مال کے لیے پیکنگ(Peking) کی تلاش صرف افریقہ تک محدود نہیں بلکہ قریبی خطوں میں بھی پھیلی ہوئی ہے۔ میانمار میں کان کنی اور دوسرے قدرتی وسائل (ٹمبر، قدرتی پتھر) میں بھی اس کی قابل زکر سرمایہ کاری ہے۔ میانمار کے قومی منصوبہ بندی اور ترقی کے وزیر کے مطابق معاشی سال 2008-2009ء میں براہ راست بیرونی سرمایہ کاری پچھلے سال کے مقابلے میں 6 گنا زیادہ تھی(173 ملین ڈالر سے بڑھ کر 985 ملین ڈالر)۔اس میں 83 فیصد سرمایہ کاری چینی تھی۔ بعض اندازوں کے مطابق، میانمار کی 90 فیصد معیشت کو چینی سرمایہ سپورٹ کرتا ہے۔

چینی کمپنیاں مشرق وسطی میں بھی فعال ہیں، خصوصا ایران میں، جہاں ایلومینیم کی پیداوار (110000 کی پیداوار) کے لیے صرف ایک صنعتی کمپلیکس کی تعمیر میں سرمایہ کاری اندازا 516 ملین ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ چین کو تیل فراہم کرنے والے ملک کی حیثیت سے ایران سعودی عرب سے مقابلہ کرتا ہے۔

چین کو تیل فراہم کرنے والا ایک اوراہم ملک وینزویلا ہے۔ وہاں تیل نکالنے میں ترقی کے لیے چین نے 2 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کی ہے۔ 2004ء میں وینزویلا نے چین کو روزآنہ 12 ہزار بیرل تیل فراہم کیا۔ 2006ء میں اس نے روزآنہ 2 لاکھ بیرل تیل سپلائی کیا اور یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ اس مقدار کو بڑھا کر 2011ء میں 5 لاکھ بیرل تک لے جایا جائے۔ یہ تیل وینزویلا کے خام تیل کی صفائی کے لیے خصوصی طور پر بنائے گئے ایک نئے پلانٹ میں صاف کرنے کے بعد چین بھیجا جائے گا۔ یہ پانامانہر سے گزرے گا جسے اب چینی کاروباری مفادات کنٹرول کرتے ہیں اور اسے دوبارہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ وینزویلا کے تیل کے جہاز چینی سرمایہ کاری کے منصوبے کے مطابق یہاں سے گزر سکیں۔ وینزویلا کو معاشی طور پر پابند کرنے کے لیے چین نے وینزویلا کے انفرااسٹریکچر کی ترقی، اور اس کے ساتھ معدنیات، زراعت اور ٹیلی کمیونیکیشن کے شعبوں میں 9 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری کا ایک کمرشل معاہدہ کیا ہے۔

چین نے وسطی ایشیاء اور سائبیریا میں قدرتی وسائل تک قابل ذکر رسائی حاصل کر لی ہے۔ اگست 2010ء میں ایک پائپ لائن کا افتتاح ہوا جو چین کو مشرقی سائبیریا کی قدرتی دولت سے جوڑتی ہے۔ ابتدائی طور پر، چین روس سے سالانہ 15 ملین ٹن تیل امپورٹ کرے گا اور مستقبل میں اس مقدار کو دوگنا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ، چین ترکمانستان سے 30 ارب کیوبک میٹر کی گنجائش والی ایک پائپ لائن بنا کر کسپئن سمندر کے خطے کی قدرتی گیس تک رسائی حاصل کرنے کے قابل بھی ہو گیا ہے۔ بیک وقت، وہ روس کی "گیز پروم" کمپنی سے دو نئی گیس پائپ لائنیں بنانے کے لیے مذاکرات بھی کر رہا ہے جو سالانہ 63 ارب کیوبک میٹر گیس منتقل کریں گی جو ایک ایسا منصوبہ ہے جو ساؤتھ اسٹریم (پائپ لائن) کے ذریعے روس کی جانب سے جنوبی یورپ کو فراہم کی جانے والی گیس کی مقدار کے برابر ہے۔ علاوہ ازیں، یہ تخمینہ لگایا گیا ہے کہ چین قازقستان سے نکلنے والے 23 فیصد پیٹرول کو بھی کنٹرول کرتا ہے۔

2۔ چین کی فوجی طاقت میں اضافہ

حالیہ برسوں میں دوسرے سامراجی ملکوں کی طرح، چین نے بھی اپنی عسکری قوتوں کی مضبوطی کے لیے قابل ذکر اقدامات کیے ہیں۔ آج چینی افواج کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ، 23 لاکھ، ہے۔ تاہم، یہ مشہور بات ہے کہ آج فوج کا سائز نہیں بلکہ جدید ہتھیاروں کا حصول اور لچکدار، اچھی طرح مسلح فوجی قوتیں اہم ہیں۔

چین نے 2010ء میں اپنے فوجی اخراجات کو 7.5 فیصد بڑھا کر 532.1 ارب یو آن (77.9 ارب ڈالر)(15) کر لیا تھا جو کہ روس کے سالانہ اخراجات سے 25 فیصد زیادہ ہے اور امریکہ سے 10 گنا کم ہے۔ لیکن یہ بات نوٹ کرنا چاہیے کہ امریکی تخمینے کے مطابق 2010ء میں چین فوج اخراجات پر جو رقم اصل میں خرچ کرے گا وہ دوگنی ہو گی اور 150 ارب ڈالر تک پہنچ جائے گی جبکہ (امریکی) تخمینے کے مطابق، 4 سال کے عرصے میں، 2006ء سے، چین کے فوجی اخراجات 4 گنا بڑھ چکے ہیں(16)!

آج چین کے پاس 434 نیو کلیئر ہتھیار ہیں(17)، 1500 .بیلسٹک میزائل ہیں، جن میں سے اکثر کی مار 2800 کلو میٹر تک ہے، جبکہ 20 کی مار 4750 کلو میٹر تک ہے اور 4 میزائل ایسے ہیں جن کی مار 12 ہزار کلو میٹر تک ہے۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ آبدوزوں والا تیسرا بڑا ملک ہے اور دنیا کے ان پانچ (5) ملکوں میں شامل ہے جن کے پاس .بیلسٹک میزائل سے لیس ایٹمی آبدوزیں ہیں۔ چین نے 2007ء میں (میزائل کے زریعے) خود اپنی ہی ایک سیٹلائٹ کو تباہ کر کے خلاء میں حملہ کرنے اور خلائی پروگرام کو ترقی دینے کی اپنی صلاحیت کا مظاہرہ کیا۔ اب بھی اس کے پاس 7580 ٹینک، 144 جنگی بیڑے، قریبا 1700 جنگی ہوائی جہاز ہیں جن میں سے 500 چوتھی نسل کے ہیں اور وہ 2018ء تک پانچویں نسل کے جنگی ہوائی جہازوں کو استعمال میں لے آئے گا۔ وہ ہتھیار امپورٹ کرتا ہے مگر ہتھیاروں کے پیٹنٹ (حقوق) خرید کر درجنوں قسموں کے جدید ہتھیار خود بھی بناتا ہے، یا ان کی نقل تیار کر لیتا ہے۔ جلد ہی وہ اپنے لیے پہلا جنگی بحری بیڑہ بھی حاصل کرلے گا۔

چین کی سوشل سائنسوں کی اکیڈمی کے مطابق، دفاعی اخراجات، فوج کی تعداد اور سازوسامان کے حوالے سے چین دنیا میں دوسرے نمبر پر ہے(18)۔ نتیجتا، حالانکہ چین کا موازنہ اس وقت امریکہ کی فوجی طاقت سے نہیں کیا جا سکتا، حالانکہ وہ ایٹمی حملے کی پہلکاری کے جواب میں نظریاتی دفاعی ردعمل (جو مثال کے طور پر روس کے پاس ہے) کے سوال کے حوالے سے امریکہ سے پیچھے ہے، مگر اسی دوران اس نے عسکری طاقت کے شعبے میں قابل ذکر ترقی کرلی ہے۔ یہ بات امریکہ سے چھپی نہیں رہی ہے۔ متعلقہ (امریکی) حکام کی رپورٹوں میں اور اس کے ماہرین کی اشاعتوں میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

3۔ بین الاقوامی تنظیموں میں اپنی موجودگی کو مستحکم کرنا

اقوام متحدہ کے قیام سے چین اس کا ممبر ہے اور سیکیورٹی کونسل کا مستقل ممبر ہے۔ اس نے اقوام متحدہ کے اخراجات کو اقوام متحدہ کے بجٹ میں 2000ء میں 0.995 فیصد سے بڑھا کر 2006ء میں 2.053 فیصد کر دیا جبکہ 1988ء میں اس نے اعلان کیا تھا کہ وہ اقوام متحدہ کی "امن فوج" میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے دستیاب تھا۔ تب سے ہی اس نے اقوام متحدہ کے درجنوں "امن مشنوں (لائبیریا، افغانستان، کوسووو، ہیٹی، سوڈان، لبنان وغیرہ) میں حصہ لیا ہے اور 6 ہزار سپاہیوں سے زیادہ "امن فوج" رکھتا ہے (19-20)۔ چین کے وزیر دفاع نے اپنی تقریر میں ذکر کیا کہ 2010ء کے دوران چین نے کل 24 امن مشنوں میں شرکت کی جن میں 10 ہزار سپاہی شامل تھے، اور یہ کہ وہ "امن مشنوں" میں سیکیورٹی کونسل کے مستقل ممبروں میں سب سے زیادہ فعال ہے (21)۔

چین نے روس اور مشرق وسطی کے ملکوں کے ساتھ مل کر 2001ء میں "شنگھائی تعاون تنظیم (ایس۔ سی۔ او)" بنائی جو حالانکہ وسیع پیمانے پر اپنی فوجی مشقیں کرتی ہے، تاہم ایک فوجی "اتحاد" نہیں سمجھی جاتی اور زیادہ تر خطے میں موجود ملکوں کے معاشی تعاون کے حوالے سے معاملات اور سیاسی تحفظ کی تشہیر کرتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چین مشرق وسطی جیسے عظیم قدرتی وسائل رکھنے والے خطے سے کس قدر اہمیت منسوب کرتا ہے جو کہ گزشتہ بیس (20) سالوں کے دوران سامراجیوں کے مابین رقابت میں تنازعے کا سبب بن گیا ہے۔ بیک وقت، چین 1991ء سے "ایشیا پیسیفک اکنامک کوآپریشن (ایپک)" کا رکن بھی بن گیا ہے جسے 1989ء میں آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی پیش رفت میں

قائم کیا گیا تھا۔ ایپک میں 21 ممالک شرکت کرتے ہیں جب کہ ان ملکوں میں دنیا کی چالیس (40) فیصد آبادی رہتی ہے، دنیا کی 54 فیصد پیداوار (جی ڈی پی) ہوتی ہے اور دنیا کی 44 فیصد تجارت ہوتی ہے۔

آخر میں، چین نے ترقی یافتہ ترین سرمایہ دار ملکوں کے اداروں میں شرکت کی ہے (G8 میں مبصر کے طور پر اور G20 میں مکمل رکن کی حیثیت سے)، اور بیک وقت کوئی مخصوص تنظیم بنائے بغیر وہ برکس ممالک (برازیل، روس، انڈیا، چین) کے ساتھ تعاون بھی کرتا ہے جو طاقت کے عالمی توازن میں اوپر چڑھنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ ممالک G20 میں سرگرمی سے شرکت کرتے ہیں جبکہ بیک وقت یہ اقوام متحدہ میں بھی سرگرم ہیں۔

4۔ معاشی مقام کے اعتبار سے بین الاقوامی سامراجی نظام میں چین کے مقام اور کردار کا تخمینہ

1۔ 1980ء کی دہائی اور اس کے بعد سے خصوصا چین نے اپنی معیشت کو بین الاقوامی سرمایہ دارانہ مارکیٹ سے جوڑ دیا ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے جس سے چینی قیادت بھی انکار نہیں کرتی بلکہ اس پر خوشی مناتی ہے۔ وہ سستی لیبر فورس کے ساتھ قوی الجثہ "فیکٹری" کے طور پر عالمی سرمایہ دارانہ کردار کی تفویض میں سرگرمی سے شامل ہوتا ہے اور ان سرمایہ داروں کے لیے اونچی شرح منافع فراہم کرتا ہے جو وہاں سرمایہ کاری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

2۔ سمت کی اس تبدیلی کہ وجہ سے دوسرے طاقتور سامراجی ملکوں نے اسے گلے لگایا ہے، سب سے بڑھ کر امریکہ نے، اور جاپان اور یورپی یونین نے بھی، چونکہ یہ عالمی برآمدی قوت کے طور پر ان پر انحصار

کرتا ہے۔ وہ بین الاقوامی سامراجی نظام کا اٹوٹ حصہ بن گیا ہے۔ انحصاری اور باہمی انحصار کے اس رشتے کا اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ چین کے پاس امریکی بانڈ ہیں۔

3۔ جب تک چین معاشی طور پر طاقتور ہوتا رہے گا اس کی خام مال اور توانائی کی ضرورتیں بڑھتی رہیں گی۔ اس وجہ سے مشرق وسطی، وسطی ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ میں سامراجیوں کے درمیان توانائی کے ذرائع پر کنٹرول کے لیے مقابلے بازی عالمی سطح پر شدید ہو رہی ہے۔ جیسا کہ لینن نے کہا تھا:
"سرمایہ دار دنیا کو تقسیم کرتے ہیں، کسی خاص بدنیتی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لیے کہ (سرمائے کے) ارتکاز کی شدت جس حد تک پہنچ گئی ہے وہ انہیں یہ طریقہ اپنانے پر مجبور کرتی ہے تاکہ وہ منافع حاصل کر سکیں۔ اور وہ اسے تقسیم کرتے ہیں "سرمائے کی مناسبت سے"، "طاقت کی مناسبت سے"، کیونکہ اجناس کی پیداوار اور سرمایہ داری میں تقسیم کا اس کے سوا کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن طاقت معاشی اور سیاسی ترقی کی شرح کے ساتھ بدلتی ہے۔(23)"

منڈیوں کے حصے کی خاطر مقابلے بازی خصوصاً شدید ہے۔ اس کا اظہار امریکہ میں سیاسی-معاشی حلقوں کی جانب سے ایسی قانون سازی کے لیے دباؤ ڈالنے کی حالیہ کوششوں سے ہوتا ہے جو ان ملکوں کے خلاف پابندیوں کا موقع فراہم کرتی ہیں جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ وہ مصنوعی طور پر اپنی کرنسی کی قدر گرا رہے ہیں تاکہ ان کی برآمدات قیمتوں میں مقابلے بازی کر سکیں اور اس طرح اپنے حریفوں کا خاتمہ کر کے منڈیوں پر کنٹرول کر سکیں۔
اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے اختلاف کرنے کے لیے مندرجہ ذیل دلائل استعمال کیے جاتے ہیں:

(الف) یہ دلیل کہ سوویت یونین کے بھی خارجی معاشی تعلقات تھے۔ ہمیں خود کو یہ یاد دلانا چاہیے: سوویت یونین کا آدھے سے زیادہ تجارتی لین دین دوسرے سوشلسٹ ملکوں کے ساتھ تھا جو باہمی اقتصادی امداد کی کونسل کا حصہ تھے۔ سوویت یونین کا تقریباً ایک تہائی لین دین تیل اور قدرتی گیس پر مشتمل تھا جو اس کے پاس وافر مقدار میں موجود تھے جبکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملکوں (سرمایہ دار ملکوں) کے ساتھ تعلقات بڑھانے اور اپنی بر آمدات میں اضافہ کرنے کا رجحان 1960ء کی دہائی کے بعد پیدا ہوا جس کی رہنمائی "پر امن بقائے باہمی" اور "پر امن مقابلے بازی" کے موقع پرست تصورات نے کی۔ بہر حال، تب بھی، سوویت یونین کے پاس ایک تہائی امریکی بانڈ نہیں تھے نہ ہی وہ سرمایہ ایکسپورٹ کرتا تھا۔ چنانچہ، یہ خیال کبھی کسی کے ذہن میں نہیں آیا کہ سوویت یونین (یونان میں) پائرس اور تھریاسو کی بندرگاہیں خرید سکتا تھا! یہ حقائق آج کے چین اور سوویت یونین جیسے سوشلسٹ ملک کے درمیان معیاری فرق کو ظاہر کرتے ہیں۔

(ب) بعض اوقات ہم بعض حلقوں سے یہ بات سنتے ہیں کہ دوسرے سامراجی ملکوں کے برعکس چین ترقی پذیر ملکوں میں اپنی سرمایہ کاری سے ان کے قدرتی وسائل کی لوٹ مار کرنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ وہاں انفرااسٹرکچر (سڑکیں، عمارات، ادارے، ہسپتال، اسکول وغیرہ) بناتا ہے۔ اس کا مقصد، جیسا کہ چینی خود بھی دعوی کرتے ہیں، یہ ہے کہ "ان کے انفرااسٹرکچر کی ترقی کو بہتر کیا جائے اور کاروباری تعاون کو فروغ دیا جائے" (23)۔ چین ترقی پذیر ملکوں میں میڈیکل پروگراموں پر عملدرآمد کرتا ہے، ان ملکوں کے مینیجروں کی تربیت کرتا ہے، ان ملکوں کی مصنوعات کی امپورٹ ڈیوٹی میں کمی کرتا ہے، جو ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے میں کم ترقی یافتہ ملکوں سے اس کی تمام امپورٹ کا 50.1 فیصد

ہیں(24)،اور ساتھ ساتھ وہ بلا سود قرضے فراہم کرتا ہے۔ بعض لوگ ان باتوں کو اس چیز کا ثبوت سمجھتے ہیں کہ "سوشلسٹ" چین دوسری سامراجی طاقتوں سے منفرد ہے۔

اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ افریقہ میں، ایشیاء وغیرہ میں، چین کے کام کا طریقہ دوسری سامراجی طاقتوں سے مختلف ہے(جو کہ ناقابل اعتراض نہیں ہے، کیونکہ وہ ترقی پذیر ملکوں میں اسی سے مشابہہ "انسانیتی" اور "تعلیمی پروگرام" تیار کرتے ہیں ، مثلا، 2008ء تک فرانس افریقہ کو سب سے زیادہ امداد دینے والا ملک اور اس کا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر تھا(25)) پھر بھی اپنے جوہر میں یہ اقدامات چین کی سرگرمیوں کے حتمی مقصد کو نہیں بدلتے۔ وہ مقصد ان ملکوں میں چینی سرمایہ کاریوں کی سہولت ہے، چینی سرمائے کے "راستے" کی سہولت ہے، جو ان جگہوں پر کام کرتا ہے، یعنی سرمائے کا ارتکاز۔ اس سرگرمی میں سہولت ملتی ہے، مثلا، جہاں جدید انفرااسٹرکچر (سڑکیں، بندرگاہیں، ہوائی اڈے، عمارتیں) ہو، لیبر فورس کی تعلیم کے لیے ضروری انفرااسٹرکچر بھی ہو، جو کاروباروں کے چلنے کے لیے درکار ہوتا ہے۔ چینی بینک جو کم سود والا قرضہ فراہم کرتے ہیں یا چین کے ذریعے ان ملکوں کی ایکسپورٹ کا انجذاب ان ملکوں میں چینی سرمائے کی مداخلت کے لیے زیادہ سازگار حالات کے تحفظ کے مقصد کو پورا کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان ملکوں کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرتا ہے جس کے پیش نظر مفاد یہ ہوتا ہے کہ (اقوام متحدہ، ڈبلیو۔ٹی۔او، وغیرہ) جیسی متعدد بین الاقوامی تنظیموں میں سیاسی اتحاد میں انہیں شامل کیا جائے، جہاں (جیسے کہ ہم آگے جائزہ لیں گے) چین دوسری سرمایہ دار ریاستوں کے ساتھ مل کر ملکوں کے ایسے اتحاد کی قیادت کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو اپنے بین الاقوامی مقام کو مستحکم کرنا چاہتے ہیں۔

5۔ سامراجیوں کے مدمقابل قوت کے طور پر چین کی تشہیر

بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک کی صفوں میں چین میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کا تعلق اس بات سے ہے کہ آیا طاقتوں کے توازن میں تبدیلیاں اور ہلچل جو مقامی اور عالمی سطح پر چین کے "عروج" کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں وہ سامراجیوں کے خلاف ایک نئے مدمقابل کی تخلیق تک لے جاسکتی ہیں، جو ایسا کردار ہے جسے ماضی میں سوویت یونین نے ادا کیا۔

الف: تاریخی نظیر

یہ ضروری ہے کہ ہم خود کو ماضی کے بعض حقائق کی یاد دلائیں۔ جب تک سوویت یونین موجود تھا، چین کی خارجہ پالیسی سوویت یونین کے خلاف امریکی خارجہ پالیسی سے مربوط تھی۔ اس معاملے کو پہلے پہل سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی بیسویں کانگریس کے موقع پرستانہ موڑ کی تنقید کے طور پر پیش کیا گیا۔ یقینا، آج ہم جانتے ہیں کہ شروع میں چینی کمیونسٹ پارٹی نے اپنی پوزیشن کو، کھلے عام یا جوہر میں، سوویت کمیونسٹ پارٹی کی بیسویں کانگریس کی سمتوں سے الگ نہیں کیا۔ اس کے اختلافات کو بعد میں شائع کیا گیا جس کا محرک چین-سوویت سرحدی تنازعات تھے۔ چینی کمیونسٹ پارٹی کے مؤقف نے کمیونسٹ پارٹیوں پر کچھ اثر ڈالا جس کہ وجہ یہ تھی کہ سوویت یونین "پرامن بقائے باہمی" کے ڈھانچے میں سامراجی طاقتوں کے ساتھ "ہمیشہ امن اور مقابلے بازی" کے حوالے سے موقع پرست گراوٹ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ تاہم بیسویں کانگریس کے بعد چینی کمیونسٹ پارٹی نے اپنی تنقید کو موقع پرست مؤقفوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایک ایسی حکمت عملی منتخب کی جو عملی طور پر بہت سے مواقعوں پر بین الاقوامی

کمیونسٹ تحریک اور سوویت یونین کے تعلق سے دشمنانہ مقام تک لے گئی، اورامریکہ کے ساتھ باہمی ربط میں، عالمی انقلابی تحریک کے مفادات کے خلاف مؤقف تک لے گئی۔ چینی کمیونسٹ پارٹی نے "تین دنیاؤں" سے متعلق اپنے تجزیے کی بنیاد پر آغاز کیا جس میں "پہلی دنیا" "عالمی طاقتوں" سے مل کر بنی تھی(سوویت یونین کو "سماجی-سامراجی طاقت" کہا گیا)، "دوسری دنیا" عالمی طاقتوں کے امیر اتحادیوں سے مل کر بنی تھی، اور "تیسری دنیا" ترقی پذیر ملکوں سے مل کر بنی تھی جن میں چین بھی شامل تھا۔

اس کی ایک مخصوص مثال افغانستان میں عوامی انقلابی ریاستی اقتدار کو سوویت یونین کی جانب سے دی جانے والی بین الاقوامی مدد کی جانب چین کا رویہ تھا۔ اس موقع پر چین امریکہ کی تشکیل کردہ قوتوں کے "بلاک" کا ایک حصہ تھا، جس میں سعودی عرب، پاکستان اور دوسرے ملک شامل تھے۔ اس اتحاد نے افغانستان میں رجعتی ترین سماجی-سیاسی طاقتوں کو مالی امداد دی جو نئی قائم شدہ عوامی حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہی تھیں(26)۔

اخبار "واشنگٹن پوسٹ" کے 19 جولائی 1992ء کے ایک آرٹیکل میں جو 1980ء میں افغانستان میں سی-آئی-اے کے حربوں سے متعلق تھا، یہ ذکر کیا گیا کہ چین نے سی-آئی-اے کو ہتھیار بیچے تھے اور پاکستان کو بھی چھوٹی تعداد میں ہتھیار عطیہ کیے تھے۔ بیک وقت اس آرٹیکل میں اس بات پر بھی زور دیا گیا: "چین نے کس حد تک کردار ادا کیا یہ جنگ کا ایک محفوظ ترین راز ہے(27)۔" اس آرٹیکل میں ان ہتھیاروں کی قسموں کے حوالے بھی تھے جو چین نے ردانقلابیوں کو مضبوط کرنے کے لیے دیئے تھے۔

ایک اور خاص مثال ویتنام میں قومی جہد آزادی کے دوران جدوجہد کرنے والے لوگوں کی جانب چین کا رویہ ہے۔ چین نے ویتنام کی مدد کے لیے مشترکہ اقدامات کی سوویت تجاویز کو مسترد کر دیا۔ "پیکنگ نے سوویت یونین کی ان تجاویز کو مسترد کر دیا کہ امریکی حملہ آوروں پر ویتنام کی فضائی حدود بند کی جائیں۔ چین کے رہنماؤں نے ملک کے جنوب میں سوویت جنگی جہازوں کو ٹھہرانے کے لیے ہوائی اڈے دینے سے انکار کیا جو ویتنام کا دفاع کر سکتے تھے۔ چینی حکام نے ویتنام کی جمہوری ریپبلک کو سوویت یونین کی جانب سے فوجی سامان اور ماہرین کی منتقلی میں رکاوٹ ڈالی (28)۔" کچھ سالوں بعد جب ملک (ویتنام) سامراجیوں سے آزاد ہو گیا تھا، 17 فروری 1979ء کو، چین نے ویتنام کے خلاف فوجی حملہ شروع کر دیا۔ فروری 1979ء میں چین کے نائب صدر، ڈینگ ژیاؤ پنگ، نے واشنگٹن کا دورہ شروع کیا، جہاں اس نے "ویتنام کو خونی سبق سکھانے" کی بات کی جس کا ان امریکی سیاستدانوں نے خیر مقدم کیا جنھوں نے مغربی ملکوں سے ہتھیار فراہم کرنے کا وعدہ کیا تھا (29)۔ تیس (30) دن کی لڑائی کے بعد، 6 لاکھ سپاہیوں پر مشتمل چینی فوج، جس نے ویتنام پر حملہ کیا تھا، 60 ہزار سپاہی، 300 ٹینک، آرٹلری اور مورٹر کے 100 حصے گنوا کر پسپائی پر مجبور ہوئی۔ (30)

جیسا کہ آج ہم جانتے ہیں، اس عرصے کے دوران چین کے امریکہ کے ساتھ متعدد سطحوں پر باہمی رابطے موجود تھے۔ 4 نومبر 1979ء کو اخبار "نیویارک ٹائمز" میں ایک سرکاری "لیک" دستاویز شائع کی گئی جس میں ذکر کیا گیا تھا کہ امریکہ کی جانب سے چین کی پیپلز لبریشن آرمی کو دی گئی فوجی امداد کا تخمینہ 50 ارب ڈالر تھا، تاکہ، جیسا کہ اس میں نوٹ کیا گیا تھا، "سرخ فوج کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی جائے (31)"۔ اس کے علاوہ، جب ریسرچ اور انجینئرنگ کے لیے قومی دفاع کے سیکریٹری، ولیم پیری، نے 1980ء میں پیکنگ کا دورہ کیا، تو اس نے چینیوں کو مطلع کیا کہ امریکی حکومت نے "متعدد قسموں

کے دوہرے استعمال کے سامان اور فوجی آلات کی ایکسپورٹ کے لیے لائسنس کی 400 درخواستوں کی منظوری دی تھی۔ ان میں جیوفیزکل کمپیوٹر، بھاری گاڑیاں، C-130 ٹرانسپورٹ جہاز اور چینوک ہیلی کاپٹر شامل تھے۔"(32)

ایک اور مثال انگولا میں خانہ جنگی کے حوالے سے چین کا کردار ہے جہاں اس نے ان مقامی رجعتی قوتوں کی (معاشی اور فوجی) مدد کی، جو عوامی جمہوریہ انگولا پر حملہ کرنے والی جنوبی افریقہ کی نسل پرست افواج کے ساتھ متحدہ محاذ بنا کر لڑ رہی تھیں۔ عوامی جمہوریہ انگولا کی مدد کرتے ہوئے سوویت یونین نے اسے ہتھیار اور فوجی ماہرین فراہم کیے اور ہزاروں کیوبن رضاکاروں نے رضاکارانہ لڑائی کی اور جنوبی افریقہ کی افواج کو کچلنے اور مقامی رجعتی قوتوں کی شکست میں فیصلہ کن کردار ادا کیا(33)۔ جیسا کہ آج سی-آئی-آے کی ڈی کلاسیفائیڈ دستاویزات سے ظاہر ہو چکا ہے، اس عرصے کے دوران امریکہ اور چین کے درمیان ایک خاص قسم کے "باہمی روابط" تھے جن میں انگولا میں کیے گئے فوجی آپریشن بھی شامل تھے(34)۔

6۔ موجودہ صورتحال

آیئے حال کی جانب واپس آتے ہیں۔ آج، چین میں پیداوار کے سرمایہ دارانہ رشتوں کی ترقی اور غلبے کے ساتھ، ڈبلیو-ٹی-او(WTO) جیسی سامراجی تنظیموں میں اس کی شمولیت اور سامراجی نظام میں اس کے انجذاب کے ساتھ، اس کا نقطہ نظر دوسری سامراجی طاقتوں سے مختلف نہیں ہے۔ امریکہ کے ساتھ اس کے جو بھی اختلافات ہیں وہ "لوٹ کے مال کی تقسیم" سے تعلق رکھتے ہیں، جبکہ مزدوروں کے

حقوق کے سوال پر ان میں "ہم آہنگی" پائی جاتی ہے، جنہیں مارکیٹ اکنامی کی "اچھائی" کے لیے گھٹایا جا رہا ہے، اوران ریاستوں کے خلاف بھی جن کے اقدامات کسی بھی بڑی سامراجی طاقتوں کی اجارہ داریوں کو دھچکہ دیتے ہیں۔

اس کی ایک مثال ایران کے جوہری پروگرام کی جانب چین کا رویہ ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، چین نے ایران کے ساتھ قریبی معاشی تعاون قائم کیا ہے، جو کہ اسے تیل فراہم کرنے والا ایک بنیادی زریعہ ہے۔ اس تعاون کے باوجود، ستمبر 2010ء میں چین، اورروس نے بھی، امریکہ، فرانس، جرمنی اوربرطانیہ ("6 کا گروپ") کے ساتھ مل کر ایران کے جوہری پروگرام پر سوال اٹھاتے ہوئے ایران سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے جوہری پروگرام کے بارے میں اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل کی شرائط کو تسلیم کرے اوراس سے پیچھے ہٹ جائے۔ اس سے قبل، جون 2010ء میں، چین نے ایران کے خلاف نئی پابندیوں پر اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل سے اتفاق کیا تھا(35)۔

ایک دوسری مثال کوسووو سے متعلق چین کا مؤقف ہے۔ حالانکہ چین اوردوسری سامراجی طاقتوں نے اب تک کوسووو کو سرکاری طور پر تسلیم نہیں کیا ہے، تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں بلقان پر نیٹو کے حملے کے خلاف اس کا مؤقف مستقل مزاج اور فیصلہ کن نہیں ہے، جبکہ اس نے وہاں امن مشن بھیجنے کے معاملے پر ووٹ سے اجتناب کیا، جس میں نیٹو (بدنام زمانہ کیفور"KFOR") قائدانہ کردار ادا کرتا ہے(36)، اور بعد میں چین نے نیٹو کے قبضے میں حصہ لیتے ہوئے وہاں پولیس فورسز بھیجیں۔

مزید بر آں، 2010ء میں ہمارے سامنے ہیگ کی بین الا قوامی عدالت کا گھناؤنا فیصلہ آیا جس میں کہا گیا تھا کہ کوسووو کی جانب سے آزادی کا اعلان بین الا قوامی قانون کی خلاف ورزی نہیں تھا۔ بعض ججوں کی اس اہم فیصلے کے بارے میں مختلف رائے تھی۔ چنانچہ، روس، سلوواکیہ، برازیل اور مراکش سے تعلق رکھنے والے جج کوسووو کو قانونی جواز دینے کے خلاف تھے، جس کے حق میں امریکہ، جاپان، جرمنی، فرانس، برطانیہ، میکسیکو، نیوزی لینڈ، سیر الیون، صومالیہ اور اردن کے ججوں نے فیصلہ دیا۔ جیسا کہ شائع ہونے والی دستاویزات میں زکر کیا گیا، چین کے ججوں نے "ضابطے میں نقائص (Procedural Matters)" کی وجہ سے اس انتہائی اہم فیصلے میں حصہ نہیں لیا(37) جو بلقان کی سرحدوں میں تبدیلی کی کوشش کو ظاہر کرتا ہے اور قومی اقلیتوں سے متعلق دوسرے تنازعات کو بھڑکانے کے لیے "پینڈورا بکس" کھولتا ہے۔ بعد میں البانیہ نے پیکنگ (چین) سے اپیل کی کہ وہ کوسووو کی خود مختاری کو تسلیم کرے اور قوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرے تا کہ دوسرے رکن ممالک بھی اسے تسلیم کرنے میں مدد فراہم کریں(38)۔

تیسری مثال، چین کے وزیر اعظم، وین جیاباؤ، کا اکتوبر 2010ء میں یونان کا دورہ ہے۔ یونانی پارلیمنٹ سے اپنے خطاب میں، چینی وزیر اعظم نے بیان کیا کہ چین مستحکم یورو کی حمایت کرتا ہے کیونکہ "ہمیں یقین ہے کہ ایک متحدہ اور مضبوط یورپ دنیا کی ترقی میں ایک ناقابل تلافی کردار ادا کر سکتا ہے" اور یہ اضافہ کیا کہ اسے "خوشی ہوئی جب اس نے یونان کو اپنے بین الاقوامی قرض کے سائے سے بھاگتے دیکھا، جو اس کے خسارے کو کم کرے گا اور معاشی ترقی کے امکانات کا دروازہ کھولے گا(39)۔" ان دو جملوں میں چین کے وزیر اعظم، اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے پولٹ بیورو کے مکمل رکن نے، یورپی سامراجی مرکز، یورپی یونین، کے لیے اور (یونان میں) پاسوک (PASOK) کی سوشل

ڈیمو کریٹک حکومت کے لیے، جو خسارے میں کمی کے بہانے سخت عوام دشمن سیاسی پروگرام کو عملی جامعہ پہنا رہی ہے تا کہ یونان میں محنت کی قوت کی لاگت کم کر سکے، اپنے ملک کی قیادت کی حمایت کا خلاصہ کر دیا۔

چینی قیادت نے یونانی حکومت کے ساتھ معاہدوں کے مسودے پر دستخط کیے جو یونانی اشرافیہ کے بعض حصوں کے لیے منافعوں کا ذریعہ تشکیل دینے سے زیادہ کچھ نہیں۔ چین کی بدنام زمانہ 5 ارب ڈالر کی سرمایہ کاری یونان میں بحری جہاز بنانے کی صنعت کے مالکوں کی حوصلہ افزائی سے زیادہ کچھ نہیں اور اس کا مقصد یونان کے ذریعے یورپی منڈی میں اپنی مداخلت کو بڑھانا ہے۔ چینی اجارہ داریوں اور بعض یونانی کمپنیوں کے زریعے بحری جہازوں کی تعمیر، بندرگاہوں اور ریلوے لائنوں کا استعمال، اور جہاز سازی کے انفرااسٹرکچر کی تعمیر وغیرہ، لوگوں کی ضروریات کی قیمت پر ناہموار ترقی کی شدت میں اضافہ کرے گی۔ اہم انفرااسٹرکچر میں سرمائے کی سرگرمی کی وسعت اور استحکام نے عوام دشمن پالیسیوں کے ساتھ مل کر، سستے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے جن کے حقوق اور اجرتوں میں کمی واقع ہوئی ہے۔ زیتون کے تیل کی ایکسپورٹ سے صرف بڑے سرمایہ داروں کو فائدہ ہو گا جن کا اس پر کنٹرول ہے۔ غریب کاشتکاروں کو اس کا کوئی فائدہ نہیں جن کے حالات خراب ہوتے جا رہے ہیں۔ بہرحال، سوشل ڈیمو کریٹک پاسوک کی حکومت نے اس دورے کو اس مقصد سے استعمال کیا کہ عوام کو یقین دلا سکے کہ چینی (اور قطر، اسرائیل وغیرہ) کی سرمایہ کاری کی بدولت ترقی ہو گی اور نتیجتاً پیداوار (جی۔ڈی۔پی) بڑھے گی اور اس طرح سرمایہ داروں کی میزوں سے کچھ ٹکڑے گر کر عوام تک پہنچیں گے۔ لیکن حقیقت میں یقیناً ہم اس بحران سے سرمایہ داروں کے نکلنے کے امکانات کی بات کر رہے ہیں جو بڑے سرمائے کے مفاد میں ترقی کو کم نہیں کرے گا، اور نہ ہی لوگوں کے لیے غربت اور بیروزگاری میں کمی

لائے گا۔ ہم ایسی ترقی کی بات کر رہے ہیں جو ہمارے ملک کی پیداواری صلاحیتوں کو کھوکھلا کرتی ہے اور انہیں خطرناک سامراجی رقابتوں میں ملوث کرتی ہے۔ بہرحال، ہم یونانی عوام کی جدوجہد میں چین کی "بین الاقوامیتی مدد" کی بات نہیں کر سکتے۔

آخر میں، چینی کمیونسٹ پارٹی اس دوران "کمیونسٹ پارٹی" ہونے کے اپنے خطاب کو برقرار رکھ سکتی ہے، تاہم، یہ جانی پہچانی بات ہے کہ اس نے سوشلسٹ انٹرنیشنل سے قریبی روابط پیدا کر لیے ہیں۔ 2009ء میں چینی کمیونسٹ پارٹی نے پیکنگ میں سوشلسٹ انٹرنیشنل کے ساتھ ایک مشترکہ سیمینار کیا جس کا عنوان تھا:"سبز معیشت کا ایک مختلف ترقیاتی ماڈل"۔ اس موقع پر سوشلسٹ انٹرنیشنل اور پاسوک کے صدر، جی۔ پاپاندرو، نے "دونوں فریقین کے درمیان تعلقات مزید بڑھانے کے لیے، جس کا اظہار آج کے سیمینار سے ہوتا ہے، انٹرنیشنل کی خواہش" کا اظہار کیا(40)۔ "سوشلسٹ انٹرنیشنل کے ڈھانچے کے اندر وسیع تر تعلقات" کے سوال پر بھی پاسوک اور چینی کمیونسٹ پارٹی کی جولائی 2010ء میں ہونے والی ایک میٹنگ میں تبادلہ خیال کیا گیا(41)۔

سال 2009ء میں دنیا میں چین کے مقام سے متعلق ایک کتاب "چین خوش نہیں ہے(42)" شائع کی گئی (جس کی تین ماہ میں 7 لاکھ کاپیاں فروخت ہوئیں اوراس کے بعد مزید لاکھوں کاپیاں)۔ دوسری چیزوں کے علاوہ اس میں نوٹ کیا گیا:"ہم دنیا کی قیادت کا فریضہ نبھانے کے لیے سب سے زیادہ موزوں لوگ ہیں"۔ اس میں دلیل دی گئی کہ چونکہ چین دوسرے ملکوں سے زیادہ قابلیت سے عالمی قدرتی وسائل کی انتظام کاری کرتا ہے،لہذا اسے عالمی قیادت کا فریضہ ادا کرنا چاہیے۔کتاب میں یہ بات بھی نوٹ کی گئی کہ چینی فوج کو ملک کی سرحدوں سے باہر اس کی خودمختاری کا دفاع کرنا چاہیے اوران ملکوں کا

بھی دفاع کرنا چاہیے جہاں چین کے "بنیادی مفادات" ہیں(43)۔ اس طرح کتاب میں یہ تجویز دی گئی کہ چینی فوج کو ان جگہوں پر بھی متحرک کیا جائے جہاں چینی سرمائے کی سرگرمیاں موجود ہیں۔ ہمیں خود کو یہ یاد دلانا چاہیے کہ چین "بحری قزاقی کے خلاف جنگ" میں بھی متحرک کردار ادا کرتا ہے اوراہم فوجی اور بین الاقوامی بحری راستوں کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے(یونانی حکومت اور چین کے وزیراعظم کے حالیہ دورہ یونان کے دوران "مشترکہ بیان(44)" میں یونانی حکومت نے صومالیہ کے بحری علاقے میں چینی بحریہ کے زریعے یونانی جہازوں کے تحفظ پر چین کا شکریہ ادا کیا)۔

مذکورہ کتاب میں چین کے "زندہ رہنے کے لیے جگہ کی ضرورت" کے حوالے سے گفتگو بھی شامل ہے جس کا حوالہ سائبیریا کا وسیع علاقہ ہے جسے "لازمی طورپر چین کے عظیم لوگوں کو آباد کرنا چاہیے۔(45)" یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ آج کے چین میں یہ کتاب چینی کمیونسٹ پارٹی کی منظوری کے بغیر شائع نہیں ہو سکتی تھی۔ جن لوگوں کو اس بارے میں شبہ ہے انہیں چینی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے ترجمان رسالے "چائناڈیلی" کا یہ تبصرہ دیکھنا چاہیے: "بظاہر، چین روسی مشرق بعید کو اپنے بنیادی غلبے میں لانا چاہتا ہے لیکن اس طرح سے کہ ماسکو کو خطرہ نہ ہو۔ اس غلبے کی طاقت چینی آبادکاروں کی بڑے پیمانے پر ہجرت میں نہیں ہو گی بلکہ روسیوں کو اچانک "چینی بنانے" میں ہو گی۔۔۔ایک اچھے دن ایک سنگین بحران پیدا ہو گا اور ماسکو کے کمزور سیاسی اور فوجی اثرورسوخ کی وجہ سے روسی لوگ مدد کے لیے اپنی حکومت کی طرف نہیں بلکہ بیجنگ(چین) کی طرف دیکھیں گے۔ اس مفروضہ صورتحال میں روسی مشرق بعید چین کا ایک صوبہ بن سکتا ہے۔(46)"

اوپر کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگست 2010ء کے آغاز میں ویتنام کی

وزارت دفاع کے نمائندے، گوین فونگ گا، نے یہ بیان دیا تھا:"ویتنام مطالبہ کرتا ہے کہ چین فوری طور پر ویتنام کی خود مختاری کی خلاف ورزیاں بند کرے۔(47)" جنوبی چینی سمندر میں جہاں توانائی کے ذخیرے موجود ہیں وہاں "خاکی علاقے "اور خود مختاری کا تنازعہ رکھنے والے علاقے وجود میں آگئے ہیں ۔یقینا، مقابلے بازی کے ڈھانچے کے اندر تعاون اوراختلاف دونوں کے قطبین وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ، ہم دیکھ سکتے ہیں کہ اٹلی کا وزیر اعظم ،برلسکونی، جسے اپنے ہر سیاسی مخالف پر" کمیونسٹ"ہونے کا سنگین الزام لگا کر اس کی مخالفت کرنے کی پرانی عادت ہے، اسے چینی وزیر اعظم کی جانب سے اس "ابدی شہر" کے دورے کے موقع پر روم کے کولیسیم کو "کمیونسٹ" سرخ جھنڈوں سے روشن کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی جس کا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان تجارت کو دوگنا کر کے سال 2015ء تک 100 ارب ڈالر تک لے جانا اور اس کے ساتھ ساتھ "بندر گاہوں کی ترقی اور دوسری سرمایہ کاری" کرنا تھا کیونکہ وہ یورپ میں داخل ہونے کے کے لیے ایک تزویراتی "دورازہ" تلاش کر رہے ہیں(48)۔

7۔ بین الاقوامی تنظیموں میں طاقت کا توازن بدلنے کے لیے روس، انڈیا اور برازیل کے ساتھ تعاون

حالیہ برسوں میں چین نے ان ریاستوں کے ساتھ تعاون اور رابطہ کاری کو ترقی دی ہے جو اپنے بین الاقوامی مقام کو بڑھانا چاہتے ہیں(برازیل، روس، انڈیا)اور"برکس(BRICKS)" کے نام سے جانے جاتے ہیں، اوراس کے ساتھ ساتھ علاقائی یونینوں میں شراکت داری اوراتحاد کے لیے، جیسے کہ شنگھائی تعاون تنظیم (جس میں روس اور وسطی ایشیاء کی سابق سوویت جمہوریائیں شامل ہیں)۔ کیا ان اتحادوں اور شراکت داریوں کو امریکہ کی "یک قطبی دنیا(یونی پولر ورلڈ)" کے خلاف ایک وار سمجھا جاسکتا ہے؟

سب سے پہلے تو ہمیں یہ واضح کرنا چاہیے کہ ایک "یک قطبی دنیا" نہ ہی وجود رکھتی ہے اور نہ پہلے کبھی تھی۔ بین الاقوامی سامراجی نظام کے اندر ہمیشہ سے تفرقات موجود رہے ہیں، جن میں مابعد جنگ (دوسری عالمی جنگ) کے فوری بعد کے زمانے میں امریکہ نے اول مقام حاصل کیا تھا اور سوشلزم کے خلاف جدوجہد کی قیادت کر رہا تھا، اور جس میں سوویت یونین (سوشلسٹ کیمپ کی جانب سے) قائدانہ کردار ادا کر رہا تھا۔ نیٹو-او۔ای۔سی۔ڈی (OECD) اور "وارسا" معاہدے کے نتیجے میں وجود میں آنے والی مشترکہ معاشی امداد کی کونسل کے درمیان طبقاتی جدوجہد ہو رہی تھی۔ سوویت اقتدار کا تختہ الٹ جانے اور سوویت یونین کے انتشار کے بعد سامراجیوں کے مابین تضادات شدید ہو گئے۔ ان میں اپنی طاقت کی وجہ سے امریکہ نے قائدانہ کردار ادا کیا۔ اسی دوران، ناہموار سرمایہ دارانہ ترقی کی وجہ سے، امریکہ، یورپی یونین اور جاپان کے بالمقابل نئی سامراجی طاقتیں نمودار ہوئیں جنہوں نے اپنے لیے خام مال کا حصہ بٹورنے اور ذرائع نقل و حمل اور منڈیاں حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اس صورتحال کو آج کل سرمایہ دار میڈیا اور تجزیہ کار "کثیر قطبی دنیا" کے طور پر اور "یک قطبی دنیا" کے خاتمے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ بحران کے پھوٹنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی ناہمواریت اس دوران سرمایہ دارانہ طاقتوں کے توازن میں اتھل پتھل پیدا کرتی ہے لیکن اس سے دنیا زیادہ پرامن اور محفوظ جگہ نہیں بن جاتی۔ جب تک سرمائے اور محنت کے درمیان تضاد قومی، علاقائی اور عالمی سطح پر حل نہیں ہوتا، جب تک نئی ابھرنی والی طاقتیں نئی منڈیوں اور نئے خام مال کے لیے سرمائے کی خواہش سے متحرک ہوتی ہیں، ہم بنیادی تبدیلیاں حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ ریاستیں جو بین الاقوامی سامراجی نظام میں ابھر رہی ہیں وہ ماضی کے سوویت یونین جیسا کردار ادا نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ اپنی اجارہ داریوں کے لیے اضافی منافع حاصل کرنے کی بنیاد پر عمل پیرا ہیں۔ چین کے حوالے سے بھی یہ بات سچ ہے اور اس

سے انکار نہیں کیا جا سکتا صرف اس وجہ سے کہ وہ سرخ جھنڈا استعمال کرتا ہے اور اس کی حکمران جماعت کے پاس "کمیونسٹ" ہونے کا خطاب ہے۔

اس کے علاوہ، جب ہم "برکس" ممالک کے تعاون پر غور کرتے ہیں یا "شنگھائی تعاون تنظیم" پر یا اس رابطہ کاری پر جو چین، انڈیا اور روس کے وزرائے خارجہ کے درمیان ہوتی ہے تو ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ سامراجی حقیقت کا صرف ایک پہلو ہے۔ اس کے پیچھے سخت رقابت اور ان طاقتوں کے مابین تضادات کی موجودگی کا پہلو بھی ہے، مثلاً، روس اور چین کے درمیان وسطی ایشیاء کے توانائی کے وسائل پر یا روسی مشرق بعید کے لیے چینیوں کے عزائم، وغیرہ۔ چین اور انڈیا کے تعلقات کے بارے میں بھی یہی بات درست ہے جہاں غیر حل شدہ سرحدی تنازعات کے علاوہ (مثلاً، اگست 2010ء میں انڈیا نے اروناچل پردیش کی ریاست میں دو ڈویژن فوج بھیجی تاکہ چین کے ساتھ اپنی سرحد کو محفوظ کرے (49))، مشرقی ایشیاء کے علاقے میں غلبے کے لیے شدید مقابلے بازی بھی موجود ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے جو کہ خوب جانی پہچانی ہے کہ انڈیا کی وزارت دفاع نے 2009ء اور 2010ء میں چینی مسلح افواج کی تجدید کے حوالے سے بار بار اجلاس کیے اور انڈیا کی مسلح افواج کو انہی خطوط پر جدید بنانے کے لیے اہداف طے کیے (50)۔

امریکہ کے ساتھ تعلقات میں تبدیلی لانے کا رجحان بھی لاطینی امریکہ کی ریاستوں میں بڑھ رہا ہے جس میں برازیل صف اول میں ہے۔ چنانچہ، یہ ریاستیں چین، روس، انڈیا اور یورپی یونین کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ سامراجی دنیا میں مقابلے بازی اور تعاون دونوں بیک وقت

موجود ہوتے ہیں جہاں باہمی انحصار اور اتحادوں کی تشکیل کا عمل رقابتوں اور مخالف اتحادوں کے ساتھ ساتھ جاری رہتا ہے۔

بیک وقت، وہ تمام ممالک جو سمجھتے ہیں کہ چین امریکہ کی "یک قطبی دنیا" کے لیے ایک "رکاوٹ" ہے اس حقیقت کو فراموش کرتے ہیں کہ چین نے 2001ء میں عوامی سطح پر نام نہاد "دہشت گردی کے خلاف جنگ" کی اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد (2001 / 1373) کی حمایت کی تھی جس نے "دہشت گردی" کے بہانے سامراجی جارحیت کو قانونی شکل میں رائج کر دیا۔ یقینا، بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک نے ایک بالکل ہی مختلف سمت میں پیش قدمی کی جب 2002ء میں "کمیونسٹ اور ورکرز پارٹیوں کے بین الاقوامی اجلاس" میں (62 کمیونسٹ پارٹیوں کے ساتھ) یہ واضح کیا گیا کہ "دہشت گردی کے خلاف جنگ کے بہانے سے 11 ستمبر کے واقعات میں عوام کے حقوق اور آزادیوں کے خلاف سب سے بڑا حملہ کرنے کا جواز تراشا گیا ہے۔ سامراجی ہر اس مزاحمتی تحریک پر، جو سرمایہ دارانہ عالمگیریت اور عوام کے مفادات کے خلاف بین الاقوامی تنظیموں (جیسے کہ آئی۔ ایم۔ ایف، ورلڈ بینک، ڈبلیو۔ ٹی۔ او، یورپی یونین وغیرہ) کے فیصلوں کے خلاف جدوجہد کرتی ہے، ان سامراج مخالف تحریکوں پر جو سامراجی دراندازیوں اور جنگوں اور نیٹو کے خلاف جدوجہد کرتی ہیں، اور ایسی کسی بھی سماجی اور قومی آزادی کی تحریک اور جدوجہد کے خلاف جو آمرانہ اور فاشسٹ حکومتوں کے خلاف ہو، دہشت گردی کا لیبل لگاتے ہیں۔ (51)"

8۔ترقی پذیر ملکوں کے ساتھ چین کا اتحاد

چین نے 10 جولائی 1986ء کو تجارت اور ٹیرف کے عمومی معاہدے "گیٹ (GATE)" میں شمولیت کی خواہش ظاہر کی اور 11 دسمبر 2001ء کو وہ بین الاقوامی تجارتی تنظیم (WTO) کا 143 واں رکن بن گیا جو "گیٹ" کا تسلسل تھا۔

بین الاقوامی تجارتی تنظیم کے اندر چین نے عالمی سامراجی نظام میں موجود ضمنی تضادوں کو اجاگر کیا۔ چینی کمیونسٹ پارٹی کی سولہویں (16) کانگریس میں جیانگ زیمن نے "جنوب اور شمال کے درمیان ترقی کے فرق" کی بات کی اور ساتھ ساتھ "ترقی یافتہ ملکوں کی جانب سے معاشی، سائنسی۔تیکنیکی اور دوسری برتری کے دباؤ" کی بھی (52)۔ بعض تخمینوں کے مطابق، چین مستقل طور پر ترقی پذیر ملکوں کے قائد اور نمائندے کے طور پر پیش کیے جانے کی کوشش کرتا ہے۔

چین کے بین الاقوامی معاشی مقام میں اضافے کے باوجود، چین کی قیادت خود کو ایک "ترقی پذیر ملک" کے طور پر پیش کرنے پر اصرار کرتی ہے (54)۔ یہ دعوی تین دلائل پر مبنی ہے:

(الف) چین میں 2008ء میں فی کس قومی پیداوار (جی ڈی پی) صرف 3300 ڈالر تھی جو دنیا میں 104 نمبر پر تھا۔

(ب) چین کے 1.3 ارب لوگوں میں 700 ملین سے زیادہ کاشتکار تھے۔

(پ) چین میں صنعت، زراعت اور خدمات کا شعبہ (سروس سیکٹر) جی ڈی پی کے بالترتیب 49 فیصد، 11 فیصد اور 40 فیصد حصے پر مشتمل تھا جبکہ سرمایہ دارانہ ترقی کی اونچی سطح رکھنے والے دوسرے ملکوں میں صنعت اور زراعت کا حصہ فیصدی طور پر کم تھا۔ 2009ء میں صنعت میں قومی پیداوار (جی ڈی پی) میں 9.5 فیصد اضافہ ہوا، خدمات کے شعبے میں 8.4 فیصد اضافہ ہوا اور زراعت میں صرف 4.2 فیصد اضافہ ہوا۔

اقوام متحدہ اور او۔ای۔سی۔ڈی (OECD) کی درجہ بندیاں درست نہیں اور چین کے حقائق کی درست عکاسی نہیں کرتیں؛ اوراسی طرح چینی قیادت کی جانب سے چین کو "ترقی پذیر ملک" کہنے کی بھی۔ ایک "ترقی پذیر" سرمایہ دارانہ معیشت کے یہ مظاہر ملک کے مشرقی اور مغربی حصوں کے درمیان موجود گہری ناہمواری کی وجہ سے ہیں۔ ملک کے مشرقی حصے کے بارے میں متعلقہ ڈیٹا زیادہ درست تصویر دکھائے گا(55)۔ اور یقینا جو بات سرمایہ داری کے بارے میں عمومی طور پر درست ہے وہ ترقی یافتہ مشرقی حصے پر بھی صادق آتی ہے: یعنی، ذرائع پیداوار کا چند ہاتھوں میں ارتکاز اور سماجی نابرابری میں اضافہ۔ اس نقطہ نظر سے دوسری طاقتوں (انڈیا وغیرہ) کے ساتھ چین کا اتحاد جو اسی طرح سے ناہموار سرمایہ دارانہ ترقی کا شکار ہیں اسے ایشیاء اورافریقہ کے نہایت پسماندہ معاشروں جیسے مقام پر کھڑا نہیں کرتا۔ تاہم، "پسماندگی" کے نام پر "حب الوطنی کے خواب" تخلیق کیے جاتے ہیں جنہیں مزدور تحریک، کمیونسٹ پارٹیوں، دوسری بنیادی طاقتوں وغیرہ کو جال میں پھانسنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جن سے کہا جاتا ہے کہ وہ موجودہ طبقاتی جدوجہد اور ایک دوسرے سماج کی تعمیر کو بھول جائیں اور خود کو "اپنے ملکوں کے بین الاقوامی مقام کو مضبوط کرنے" کے لیے وقف کر دیں۔ "قومی ترقی" کی کاوش کو اکثر من پسند "سامراج مخالفت" کے ساتھ جوڑا جاتا ہے جو یا تو صرف امریکہ کو اپنا ہدف بناتی

ہے اور جسے ایک "سلطنت (ایمپائر)" کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور ممکنہ طور پر مغربی یورپ کی چند طاقتور ریاستوں کو۔ "طلائی ارب (گولڈن بلین)" کا نام نہاد نظریہ (یعنی، او-ای-سی-ڈی میں شامل 30 ترقی یافتہ ترین ممالک) اسی منطق کے تحت چلائے جاتے ہیں، جس میں فی ملک متعدد قسموں کی اجناس کی فی کس کھپت کے تعین کی بنیادی معیار کے طور پر تشہیر کی جاتی ہے۔

اسی دوران وہ لوگ جو ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے فرق پر خصوصی دھیان دیتے ہیں یہ بات بھول جاتے ہیں کہ امیر ترین سرمایہ دار ملکوں میں بھی، جیسے کہ امریکہ میں، عوامی پرتوں میں وسیع پیمانے کی محرومی اور غربت کا مظہر موجود ہے۔ اس کے علاوہ، غریب ترین ملکوں میں وسیع پیمانے کی امارت کا مظہر بھی موجود ہے جو کہ شاید نام نہاد ترقی یافتہ ملکوں سے کہیں زیادہ سنگین شکل میں ہے۔ مارکس کے تجزیے کے مطابق یہ سچ ہے کہ "۔۔۔ جو ملک دوسرے ملک کے تناسب سے عالمی منڈی میں جتنا زیادہ پیداواری ہے، اس کی اجرتیں دوسرے کے موازنے میں اتنی ہی زیادہ ہوں گی۔ انگلینڈ میں، نہ صرف رسمی اجرتیں (بلکہ) حقیقی اجرتیں بھی براعظم میں زیادہ اونچی ہیں۔ مزدور زیادہ گوشت کھاتا ہے؛ وہ زیادہ ضرورتوں کی تسکین کرتا ہے۔ اس کا اطلاق، لیکن، صنعتی مزدور پر ہوتا ہے زرعی مزدور پر نہیں۔ لیکن انگریز مزدوروں کی پیداواری صلاحیت کے تناسب سے ان کی اجرتیں (دوسرے ملکوں میں ادا کی جانے والی اجرتوں سے) اونچی نہیں ہیں۔۔۔" (56)

اگر کمیونسٹ قوتیں بین الاقوامی مزدور یکجہتی کے نعرے کو ترک کر دیتی ہیں اور دنیا کی "جنوب-شمال" تقسیم کے تصور کی یا "طلائی ارب" کے تصور کی حمایت کرتی ہیں تو وہ آسانی کے ساتھ نام نہاد "قومی سمت رکھنے والے سرمائے" کے ساتھ "اتحاد" کے جال میں پھنس جائیں گی، یعنی اپنے ملکوں کے سرمایہ دار طبقے

کے ساتھ اتحاد میں (یا اس کے ایک حصے کے ساتھ اتحاد میں)، جو عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے اندر اپنا حصہ حاصل کرنے کے لیے ایک بہتر مقام کی تلاش کرتا ہے۔ اس صورت میں، کمیونسٹ کی حیثیت سے، وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر "سامراج" کے متعلق لینن کے اس دعوے میں ترمیم کر دیں گی کہ سامراج سرمایہ داری کا اعلیٰ ترین مرحلہ ہے، جو سرمایہ داری کے پورے رجعتی دور کا حوالہ ہے، اور نتیجتاً، ہر سرمایہ دارانہ معاشرے کا، خواہ عالمی منڈی میں اس کی قوت جو بھی ہو۔ اسی وجہ سے، یہ ایک اور مسئلہ ہے جہاں چین کا مؤقف، جو خود کو "ترقی پذیر ملکوں" کے رہنما کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے، حالات سے ناشناسی میں اضافہ کرتا ہے اور بین الاقوامی کمیونسٹ تحریک میں الجھن پیدا کرتا ہے، کیونکہ اس کاوش کا رہنما ایک بڑا ملک ہے جہاں اس پارٹی کی حکمرانی ہے جو "کمیونسٹ" کا خطاب رکھتی ہے۔

9۔ عالمی منڈی کے لیے "کھل جانے" کی نام نہاد ناگزیریت

چینی کمیونسٹ پارٹی اور دوسری قوتوں نے بھی سرمایہ دارانہ پیداواری رشتوں کی بتدریج مضبوطی کو عالمگیریت میں شمولیت کے طور پر فروغ دیا: " آج بڑھتی ہوئی عالمگیری دنیا میں چین باقی دنیا سے الگ رہ کر ترقی نہیں کر سکتا، نہ ہی اس عمل کے دوران دنیا خوشحالی حاصل کرنے میں چین کو نظر انداز کر سکتی ہے۔(57)" لیکن عالمی منڈی کوئی غیر جانبدار چیز نہیں ہے، ایک ایسی منڈی جہاں سرمایہ دارانہ اور سوشلسٹ پیداوار کے درمیان اجناس کا باہمی تبادلہ ہوتا ہے۔ نام نہاد "عالمگیریت" کا مظہر، جس کے نام پر آج ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں اجرت کی سطح حملے کی زد میں ہے، کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یقیناً، "کمیونسٹ منشور" میں "عالمی منڈی" کے حوالے موجود ہیں: " سرمایہ داروں نے عالمی منڈی کے اپنے

استحصال کے ذریعے پیداوار اور کھپت کو ہر ملک میں آفاقی (کاسموپولیٹن) کردار دیا ہے۔ رجعت پرستوں کی شدید خفگی کے لیے، اس نے صنعت کے پیروں تلے سے وہ قومی زمین کھینچ لی ہے جس پر یہ کھڑی تھی۔ تمام پرانی قومی صنعتیں تباہ کر دی گئی ہیں یا روزآنہ تباہ کی جا رہی ہیں۔ انہیں نئی صنعتوں کے ذریعے نکال باہر کیا جاتا ہے جن کا استعمال تمام مہذب قوموں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ بن گیا ہے، ان صنعتوں کے ذریعے جو اب مقامی خام مال پر مزید کام نہیں کرتیں، بلکہ دور ترین خطوں سے آئے خام مال کو استعمال کرتی ہیں؛ صنعتیں جن کی مصنوعات نہ صرف خانگی سطح پر صرف ہوتی ہیں بلکہ دنیا کے ہر حصے میں۔ پرانی ضرورتوں کی جگہ، جن کی تسکین ملکی پیداوار سے ہوتی تھی، اب ہمیں نئی ضرورتیں ملتی ہیں جو اپنی تسکین کے لیے دور دراز کے علاقوں اور موسموں کی مصنوعات چاہتی ہیں۔ پرانی قومی علیحدگی اور خود انحصاری کی جگہ اب ہمارا ہر سمت میں باہمی تعلق، قوموں کا عالمی باہمی انحصار ہے۔ اور جس طرح مادی پیداوار میں، اسی طرح دانشورانہ پیداوار میں بھی ہے۔ انفرادی قوموں کی دانشورانہ تخلیقات مشترکہ ملکیت بن جاتی ہیں۔ قومی یکطرفہ پن اور تنگ نظری زیادہ سے زیادہ ناممکن ہو گئی ہے، اور متعدد قومی اور مقامی ثقافتوں سے، عالمی ادب کی ایک دنیا ابھر آئی ہے۔" (58)

کیا بین الاقوامی مارکیٹ میں "چین کی شمولیت" کو مختلف معیشتوں کے درمیان اجناس کا ایسا لازمی تبادلہ سمجھا جا سکتا ہے جسے طاقتوں کا بین الاقوامی توازن لازمی بناتا ہے؟ نہیں، کیونکہ ہم سرمائے کی برآمد (ایکسپورٹ) کی بات کر رہے ہیں جو چین میں پیداوار کے سرمایہ دارانہ رشتوں کی وجہ سے جمع ہو رہا ہے۔

یہ بات جانی پہچانی ہے کہ سوویت یونین میں سوشلزم کی تعمیر مجتمع ذرائع پیداوار کی سماجیت پر، مرکزی

منصوبہ بندی پر اوراپنے بین الاقوامی تعلقات میں اس سے مطابقت رکھنے والے معاشی اقدامات پر مبنی تھی، جیسے کہ خارجی تجارت کی ریاستی اجارہ داری، جسے 1918ء کی اپریل میں قائم کیا گیا تھا۔

حتیٰ کہ نئی اقتصادی پالیسی (نیپ) کے حالات میں بھی (جسے بعض لوگ موجودہ چین کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں) ریاستی اجارہ داری، بڑھتے ہوئے سرمایہ دارانہ رجحانوں کے خلاف دفاعی مورچے کے طور پر اور زیادہ اہم ہو گئی تھی۔ بخارن سے اپنے تنازعے میں لینن نے خارجی تجارت پر ریاستی اجارہ داری کی اہمیت کا دفاع کیا تھا، اور بعد میں اسٹالن نے "معیشت کی منصوبہ بندی" کی اہمیت پر زور دیا تاکہ "عوامی معیشت کی خود مختاری کا تحفظ کیا جائے تاکہ ہماری معیشت سرمایہ دارانہ معیشت کے دم چھلے میں تبدیل نہ ہو جائے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ ہم سرمایہ دارانہ معیشت کے دم چھلے نہ بن جائیں۔" (59)

کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مجلس عاملہ کے ساتویں (7) اجلاس میں، 13 دسمبر 1926ء کو، اسٹالن نے اپنی اختتامی تقریر میں اس افسانے کو پاش پاش کر دیا کہ سوویت یونین عالمی سرمایہ دارانہ منڈی پر "منحصر" تھا کیونکہ اس کے سرمایہ دارانہ ملکوں کے ساتھ معاشی تعلقات تھے۔ اس نے ان تعلقات میں موجود باہمی انحصار کو نوٹ کیا اور زور دیا کہ اس قسم کا باہمی انحصار عالمی سرمایہ دارانہ معیشت کے ڈھانچے کے اندر کسی ملک کی معیشت کے انضمام سے مختلف تھا(60)۔ یعنی انضمام سے بچنے کے لیے مرکزی منصوبہ بندی، خارجی تجارت اور بینکنگ کے نظام میں ریاستی اجارہ داری اور صنعت کی سماج کاری (سوشلائزیشن) درکار تھی۔ چین کی حقیقت نئی اقتصادی پالیسی (نیپ) کے دوران سوویت یونین سے بالکل مختلف ہے۔ چین میں:

(الف) خارجی تجارت پر کوئی اجارہ داری نہیں ہے۔چین میں کام کرنے والی ہزاروں کمپنیاں چینی ایکسپورٹ کے سب سے بڑے حصے کا احاطہ کرتی ہیں، جو یقینا اپنے منصوبوں پر انحصار کرتی ہیں، جن کی بنیاد ان کا منافع ہے، مرکزی منصوبہ بند معیشت نہیں۔

(ب) چین میں 440 پرائیوٹ غیر ملکی بینک کام کرتے ہیں اور انہوں نے چین کے ریاستی بینک کے کم از کم 10 فیصد حصص (شیئرز) حاصل کر لیے ہیں اور 2005ء سے بینکاری کا ایک خانگی شعبہ وجود میں آ گیا ہے۔(61)

(پ) صنعت کا ایک اہم حصہ نجی ہے یا نجی بنا دیا گیا ہے (اسٹاک کمپنیوں کے شکل میں) جبکہ پرائیوٹ سیکٹر کے بارے میں تخمینہ ہے کہ وہ مجموعی قومی پیداوار (جی۔ڈی۔پی) کا70 فیصد حصہ پیدا کرتا ہے۔

(ت) چینی قانون سازی، خصوصا معاشی اور تجارتی شعبوں میں، مکمل اہم آہنگ ہے، جس کے لیے عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیو۔ٹی۔او) کا، اور عالمی سرمایہ دارانہ معیشت کی روایتوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

10۔اختتامیہ

نتیجے کے طور پر، چین میں سرمایہ دارانہ رشتوں کا غلبہ، جو آج ایک حقیقت ہے، جلد یا بدیر، سیاسی نظام ،غالب آئیڈیالوجی اور بالائی ڈھانچے کے عناصر کی ہم آہنگی کی جانب لے جائے گا جس کا سرمایہ دارانہ

کردار اس کی علامتوں سے ظاہر ہو گا۔ طبقاتی تضادات کی شدت بڑھے گی اور اس کے ساتھ ہی انقلابی مزدور تحریک کی بھی جس کی نمائندگی سرمایہ دارانہ اقتدار کے خلاف اپنی پارٹی کے زریعے ہو گی۔

حوالہ جات:

1. "The threat of the yellow giant" http://www.paraskhnio.gr/index.php?option=com_content&view=article&id=435:2010-09-06-100051&catid=13:paraskhnioston-kosmo&Itemid=8
2. China is now the largest exporting power in the world", http://www.eurocapital.gr/index.php/permalink/5287.html
3. http://sino.by/analitics/109-analitics
4. http://o-kitae.ru/sovremennaya-ekonomika-kitaya/16.html.
5. The philosophy of the success of the Chinese billionaires", http://www.buffett.ru/investments/?ID=3293&print=Y
6. "The largest companies in China and in the world" http://russian.cntv.cn/program/news_ru/20100906/102640.shtml.
7. "The number of privately-owned business in China has exceeded 3.5 million", http://www.ttservice.by/index.php?name=news&op=view&id=4 .
8. "This year the 500 most powerful private business have 5 specific characteristics", http://russian.china.org.cn/exclusive/txt/2010-09/01/content_20841263.htm .
9. Ibid.

10. "China in 2009 was amongst the five biggest investors in the world", http://www.bfm.ru/news/2010/09/06/kitaj-v-2009-godu-stal-pjatym-krupnejshiminvestorom-v-mire.html .
11. "The global economy: The Chinese cycle", http://www.warandpeace.ru/ru/reports/vprint/51067 .
12. "The USA: Acquisition of American bonds by China", http://www.capital.gr/NewsPrint.asp?id=1048344 .
13. "China proceeds in the world", http://www.chaskor.ru/article/kitaj_poshel_po_miru_18811 .
14. " A clean-up of raw materials", http://www.expert.ru/printissues/expert/2009/40/resursnuy_pylesos. The statistics that follow in this section are from this article.
15. "The Pentagon is concerned about the increasing military power of China", http://www.bbc.co.uk/russian/international/2010/08/100817_cnina_military_report_pentagon.shtml .
16. "The Pentagon: China continues to increase its military power", http://www.voanews.com/russian/news/world-news/US-China-military-2010-08-16-100809179.html
17. "The overall strength of China", http://www.journal-neo.com/?q=node/488 .
18. "China has the 2nd most numerous army in the world", http://vpk.name/news/35274_voennyii_potencial_kitaya_zanimaet_vtoroe_mesto_v_mire.html
19. Statistics from the Russian language website of the Chinese Ministry of Trade http://russia.mofcom.gov.cn/article/subject/zhongguo/lanmufff/200803/20080305410262.html.
20. "Zemin Zebao" http://russian.people.com.cn/31521/6980549.html

21. Yian Jiechi "The PR China pays more and more attention to development, taking on more and more responsibility", speech in Munich, 5 February 2010,http://russian.people.com.cn/31520/6889574.html
22. V.I. Lenin " Imperialism, the Highest Stage of Capitalism", Collected Works, Synchroni Epochi, vol.27 ps 378-379.
23. From the website of the Chinese Embassy in Athens: http://gr.chinaembassy.org/eng/xwdt/t261536.htm .
24. ibid.
25. Resolution of the European Parliament on the 23rd of April 2008 related to the policies of China and their impact in Africa, 2007/2255(INI) (2009/C 259E/08).
26. Nikita Medkovitch : "The financial dimension of the war in Afghanistan (1979-1989)" http://afghanistan.ru/print/?id=18319.
27. Steve Coll: «Anatomy of a Victory CIA s Covert Afghan War», «Washington Post»,19 July 1992, http://emperors-clothes.com/docs/anatomy.htm.
28. A.S. Voronin; "Vietnam, independence, unity, socialism", "Sychroni Epohi". Ps 96-97
29. A.S. Voronin " Vietnam Today", "nea biblia", p. 109
30. ibid
31. Consolidated Guidance No.8, summary in the "The New York Times", 4 November 1979,p. A1
32. Jonathan Pollack: «The Lessons of Coalition Politics: Sino-American Security Relations», Santa Monica: RAND Corporation, 1984, p. 70.
33. S. Lavrenov-I. Popov "The Soviet Union in local wars and conflicts", http://militera.lib.ru/h/lavrenov_popov/index.html .
34. http://www.arlindo-correia.com/gleijeses4.pdf .

35. Newspaper "Imerisia", 23 September 2010, http://www.imerisia.gr/article.asp?catid=12337&subid=2&pubid=61921147 .
36. "The Military Force in Kosovo (KFOR)", http://tosyntagma.antsakkoulas.gr/afieromata/item.php?id=395 .
37. http://www.rian.ru/world/20100722/257443658.html .
38. http://www.hellasontheweb.org/2010-04-05-22-20-08/2010-04-06-12-08-05/785-2010-09-01-20-11-24?tmpl=component&print=1&layout=default&page= .
39. Athens News Agency-Macedonian News Agency
40. http://www.inews.gr/news/1/iper-prasinis-anaptixis-simfonoun-sosialistiki-diethniskai-kommounistiko-komma-kinas.htm .
41. http://www.pasok.gr/portal/resource/contentObject/id/b334bc62-b685-4619-8b73-b72f8e76276a .
42. Its full title is: "China is not happy. An important era, important goals and the internal and external upheavals". " Chiansou Zenmin Tsoumanse", which publishes political, philosophical and literay books. March 2009.The authors are five well-known journalists and writers: Song Shaojun, military analyst of the central televison channel "Fenwan". Wang Xiaodong, journalist. Song Qiang, deputy editor of "the journal of international social studies". Liu Yang, journalist, media commentator on economic, cultural and political issues.
43. "Chinese military strength", 26.8.2010, http://www.odnagdy.com/2010/08/blog-post_9626.html
44. Joint statement for the deepening of the extensive strategic cooperation between China and Greece, http://greek.cri.cn/161/2010/10/04/42s4914.htm .
45. "Why China is angry with Russia", http://kp.ru/daily/24313/506551 .

46. "China is more and more attracted to the Russian Far East", http://world.people.com.cn/GB/1030/6677024.html , translated into Russian: http://www.inosmi.ru/world/20080130/239263.html .
47. "China's neighbours are arming themselves with whatever they can", http://www.ng.ru/world/2010-08-10/7_vietnam.htm
48. "Italy welcomes China with…a red Colosseum", http://www.euro2day.gr/news/world/125/articles/607508/ArticleNewsWorld.aspx .
49. "India has sent 2 divisions to its borders with China", http://www.warandpeace.ru/ru/news/vprint/50479 .
50. "India is increasing its military strength in response to China", http://flot.com/nowadays/concept/opposite/indiareadiesforchinafight/index.php?print=Y .
51. Statement of the International Meeting of Communist and Workers' Parties, Athens 2002 http://www2.rizospastis.gr/story.do?id=1320825&publDate=2002-06-26%2000:00:00.0 .
52. Report to the 16th Congress of the CPC, http://russian.china.org.cn/news/txt/2002-11/19/content_2050838.htm .
53. A. Liukin: "The Chinese "vision" and the future of Russia", http://www.mgimo.ru/news/experts/document151024.phtml .
54. "China: increase in the rate of its economic development", March 2010, http://www.imperiya.by/economics2-7364.html .
55. Over 80% of the population lives in the Eastern regions which account for about 10% of China's territory. Source: Russian geographic website: "Description of China", http://geo-tour.net/Asia/china.htm .
56. K. Marx: "Theories of Surplus value", part 2 "Synchroni Epohi", p 13

57. Website of the Chinese Embassy in Athens, http://gr.china-embassy.org/eng/xwdt/t261536.htm .
58. K. Marx-F. Engels: "The Communist Manifesto", "Sychroni Epohi", ps 29-30.
59. From the article of J.V. Stalin "Discussion about the Handbook of Political Economy" (January 1941), in Richard Kosolapov: "Comrade Stalin has the floor", "Discussion about the Handbook of Political Economy", 29 January 1941, "paleia", Moscow, 1995, ps 161-168.
60. J.V. Stalin: "His closing speech at the 7th plenary session of the Executive Committee of the Communist International", "Collected Works", v. 9, ps 132-136.
61. "The financial market of China", http://www.globfin.ru/articles/finsyst/china.htm .